© rasailojaraid.com

# ضعیف حدیث پر عمل کیلئے اصرار کا غیر علمی انداز

(تحریر: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری)

الحمد لله رب العالمين ، و الصلاة و السلام على رسوله الكريم ، و على آله و صحبه أجمعين ، و بعد :

آج سے تقریباً آٹھ سال قبل 1991ء میں جامعہ سلفیہ سے ''ثعلبہ بن حاطب ؓ ایک مظلوم صحابی'' نامی کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہوا تھا، اب اس کی دوسری اشاعت کا موقع ہے۔ کتاب کے مصنف شیخ عداب محمود الحمش نے اس کتاب کی تصنیف کا جو پس منظر ذکر کیا ہے اس پر توجہ کی ضرورت ہے، موصوف اردن کے شہر ''الزرقاء'' کی ایک مسجد میں ۱۳۹۵ھ میں نماز جمعہ کیلئے گئے، خطبہ جمعہ کا موضوع تھا ''بخل وحرص اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری'' خطیب نے اس ضمن میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن کیا اور کئی مرتبہ انہیں جہنمی قرار دیا۔ موصوف نے خطیب سے حضرت ثعلبہ ؓ کے قصہ کی صحت سے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دے کر بے توجہی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد مصنف نے عمان کے ''صویلح'' نامی شہر کی ایک جامع مسجد کے خطیب کو بھی حضرت ثعلبہ ؓ کے خلاف خطبہ میں بولتے ہوئے سنا۔

کم وبیش دو سال بعد مصنف نے کویت کے ''الجہراء'' نامی علاقہ کی ایک مسجد میں خطیب کو جمعہ کے خطبہ میں حضرت ثعلبہ ؓ کو مطعون کرتے ہوئے اور جہنمی قرار دیتے ہوئے سنا۔ مصنف ۱۴۰۰ھ میں مکہ مکرمہ آئے اور یہاں جمعہ کی نماز کیلئے ایک مسجد میں گئے، اس مسجد کے خطیب نے بھی حضرت ثعلبہ ؓ کے خلاف خطبہ دیا اور انہیں ایک بے دین شخص کی صورت میں پیش کیا۔ اس بیان کی روشنی میں قابل غور بات یہ ہے کہ ایک بدری صحابی کی تجریح سے متعلق ایک قصہ جو متعدد قدیم وجدید کتب تفسیر وروایت میں مذکور ہے، علمی ترقی اور اشاعت کتب کے اس دور میں لوگوں کی زبان پر ہے اور خطبہ جمعہ کے اہم منصب پر فائز حضرات مسجد کے منبر پر اسے بیان کر رہے ہیں، جبکہ یہ قصہ صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا اور اس کے مضمون سے اسلامی روح اور اسلام کے مقرر کردہ اصول وقواعد کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ''ثعلبہ ؓ: ایک مظلوم صحابی'' کے مصنف نے اپنی کتاب کے اختتام پر اس موضوع سے متعلق تحقیق کا خلاصہ کل آٹھ نقاط میں ذکر کیا ہے، جن میں بعض یہ ہیں:

۱۔ یہ قصہ زمانہ قدیم سے واعظوں کی زبانوں پر مشہور ہے اور مفسرین ایک دوسرے سے نقل کر کے بیان



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے رہے ہیں۔

۲۔ یہ قصہ ایسی کمزور اور بے بنیاد سندوں سے وارد ہوا ہے جو ایک دوسری کو تقویت دینے اور تائید کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ لہذا یہ قصہ منکر ہے کیونکہ ایک طرف تو اس میں ضعفاء متفرد ہیں اور دوسری طرف یہ متواتر وصحیح احادیث اور اصول دین کے مخالف بھی ہے۔

۳۔ کتب عقائد، تفسیر، قصص قرآن، اسباب نزول، احکام، سیرت، مغازی اور تراجم میں کسی حدیث کا وجود اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔

۴۔ زمانہ قدیم وجدید میں جمہور حفاظ ومحدثین نے ثعلبہؓ کے گھڑے ہوئے قصہ پر باطل، ضعیف اور منکر ہونے کا حکم لگایا ہے، جبکہ کسی محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی ہے اور مفسرین میں جنھوں نے اس کی تصحیح کی ہے ان کا قول معتبر نہیں۔

۵۔ ثعلبہ بن حاطبؓ، جد بن قیسؓ اور معتب بن قشیر رضی اللہ عنہم، صحابی اور مسلمان ہیں۔ محض کسی شبہ اور معصیت کی بنیاد پر ان میں سے کسی پر نفاق کا حکم لگانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح صحابہؓ میں سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا جائز نہیں جب تک کوئی ایسی صریح دلیل موجود نہ ہو جو عذر ختم کر کے اللہ کے سامنے بری الذمہ کر دے۔

سورہ توبہ کی آیات (۷۵، ۷۶، ۷۷) کی شان نزول میں ثعلبہ کے قصہ کو ذکر کیا جاتا ہے، لیکن اس کی صحت ثابت نہیں، کسی واقعہ یا کسی بات کا محض کہیں مذکور ہو جانا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ کتب تفسیر و حدیث میں بھی مقبول ہونے سے صحت لازم نہیں، علمائے فن نے کتابوں کے احکام وخصائص بیان کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے کہ کس کتاب اور مصنف نے صحت کا التزام کیا ہے اور کس کے یہاں یہ التزام نہیں، لہذا مستفید ہونے والے کیلئے اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

تنہا یہ واقعہ حدیث نبوی میں صحت کے اہتمام کی ضرورت وافادیت واضح کرنے کیلئے کافی ہے۔ مگر کچھ لوگ اس مسئلہ میں اصول حدیث سے ہٹ کر عجیب رائے رکھتے اور اپنی اس غلط رائے کی بنیاد پر اصول حدیث کی پابندی کرنے والوں پر طنز وطعن کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال فروری ۱۹۹۹ء کے ماہنامہ افکار ملی (دہلی) میں شائع ہونے والا مولانا عبداللہ طارق کا ایک مضمون ہے جس کی تجریحی انداز کی سرخی یوں ہے: ''فتنہ انکار حدیث اپنے نئے چولے میں!''

جہاں تک ماہنامہ کا تعلق ہے تو اس کا منہج ومقصد واضح ہے، ملی خدمت کا جو اسلوب اس نے اختیار کیا ہے اس کے نتائج واثرات وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔ ملی اداروں اور شخصیات کو یہ ماہنامہ جس نظر سے دیکھتا ہے اس کے نمونے بھی اس کے صفحات میں موجود ہیں۔ ملت کے افراد سے اگر اس انداز کو پذیرائی مل رہی ہے تو ماہنامہ


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یلئے یہ چیز باعث طمانیت ہے، لیکن واقعۃً بھی ایسا ہو یہ ضروری نہیں۔ رہی مضمون نگار کی بات تو اس سلسلہ میں ہم ںامور پر توجہ کے طالب ہیں، امید ہے کہ قارئین کرام ہمیں مایوس نہ کریں گے۔

(۱) مولانا طارق نے اس مقام پر علم حدیث کے جس مسئلہ کو مقدمہ شیخ عبدالحق محدثؒ کے حوالہ سے اٹھایا ہے۔ اس کے سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں کہ اس پر اس سطحیت کے ساتھ روشنی ڈالی جا سکے اور تعقل ندی کا سہارا لیکر دوسروں کی تحقیر کی جائے۔ یہ مسائل عقل سے نہیں اصول وقواعد سے حل ہوتے ہیں:

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور — چراغ راہ ہے، منزل نہیں ہے

(۲) مضمون کے آغاز میں مولانا طارق نے جو تمہید ذکر کی ہے اور بندوں کے اندر اطاعت وعبادت اور رمانبرداری کے شوق فراواں کی جو بات کی ہے۔ اس کے سلسلے میں گزارش ہے کہ شوق عبادت وطاعت اسی حد تک ستحسن ومحمود ہے۔ جس حد تک شریعت کے احکام کے دائرہ میں ہے۔ ضعیف وموضوع احادیث میں مذکور احکام سے اگر کوئی بندہ اپنے شوق عبادت کی تسکین کرے گا تو اسے الٹے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے سوۂ حسنہ میں یہ چیز بہت واضح ہے۔ معلوم نہیں مولانا نے اسے کس طرح نظرانداز کر دیا، حضرت انسؓ سے بخاری و مسلم نے جو حدیث روایت کی ہے اور جس میں صحابہ میں سے تین اشخاص کے ازواج مطہرات سے نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کا ذکر ہے۔ اس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ محض جذبہ عبادات کی فراوانی سے انسان کی کامیابی ممکن نہیں، بلکہ نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سنت مطہرہ کی پابندی ضروری ہے۔

## (۳) انکار حدیث کی تاریخ

مضمون نگار نے انکار حدیث کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''جبکہ دوسری طرف ایک سست وکاہل شخص ہے کہ اس کو لازمی احکام اور کم سے کم فرائض کا انجام دینا بھی دشوار اور بارِ گراں ہے۔'' اسی کمزوری کے تحت کچھ عرصہ قبل بعض لوگوں نے حدیث نبوی کے خلاف آواز اٹھائی تھی کہ حدیث کو دین میں کوئی تشریعی اہمیت حاصل نہیں، وہ دین کا حصہ نہیں''۔

ایک نفسیاتی تجزیہ کے بعد موصوف کا یہ فرمانا کہ ''کچھ عرصہ قبل بعض لوگوں نے حدیث نبویؐ کے خلاف آواز اٹھائی تھی الخ''، محل نظر ہے، انکار حدیث کی تاریخ قدیم ہے، ہندوستانی منکرین حدیث کے علاوہ عرب دنیا کے منکرین حدیث کو نظر میں رکھنا ضروری ہے، قدیم دور میں شیعہ اور خوارج کا انکار سب کو معلوم ہے، پھر معتزلہ نے جس طرح حدیث کی تخفیف اور انکار کیا اسے ہر ایک جانتا ہے، لہٰذا ''کچھ عرصہ قبل'' اور ''بعض لوگوں'' کی تعبیر



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے اس صورت حال کی ترجمانی نہیں ہو پاتی جو سنت رسول علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کو پیش آ چکی ہے، شاید مضمون نگار نے کسی مصلحت کی بنا پر انکار حدیث کو ایک ''جدید'' اور ''محدود'' مرض کی نوعیت میں پیش کیا ہے!

(۴) اسم مقام پر فتنہ انکار حدیث کا مقابلہ کرنے والوں میں مولانا طارق نے اپنا نام بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ شامل کر لیا ہے، چنانچہ بتایا ہے کہ انتخاب الترغیب والترہیب کے مقدمہ میں انہوں نے حدیث نبوی ؐ کا شرعی حجت ہونا اور حدیث کا انکار در پردہ پوری شریعت کا اور خود قرآن کا انکار ہونا دلائل سے ثابت کیا ہے۔

ہم گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ایسے موضوعات نہیں ہیں کہ دہلی سے چودھویں صدی ہجری میں کوئی ''متعالم'' قسم کا انسان اٹھے اور ان پر روشنی ڈالے! قرآن کریم کی آیات اور نبی اکرم ﷺ کے فرمودات میں اگر اس موضوع کی تلاش آپ کیلئے مشکل ہو رہی تھی تو کم از کم امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب ''الأم'' اور ''الرسالہ'' کا مطالعہ فرما لیتے اور قرون اولی کے محدثین وائمہ اسلام کی تحریروں پر نظر ڈال لیتے تو آپ کو اندازہ ہو جاتا کہ ''انتخاب'' کے مقدمہ کے طور پر آپ اپنی جس کوشش کا اشتہار دینا چاہتے ہیں اس پر محدثین کرام کا اتنا کام ہے جس کی تفصیل کیلئے دفتر درکار ہے! محترم امام البانی رحمہ اللہ نے احادیث نبویہ کے ذخیروں سے صحیح وضعیف احادیث کو ممیّز کیا تو آپ کو اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا ہے اور آپ نے کوئی انتخاب تیار کر کے اس پر مقدمہ لکھا تو اس کے ہند و پاک میں طبع ہونے کا حوالہ دے رہے ہیں جبکہ امام البانی رحمہ اللہ کی کتابوں کا حال یہ ہے کہ اشاعت پر اشاعت منظر عام پر آ رہی ہے لیکن کتب خانوں میں کتاب کے نسخے مفقود ہیں!

## (۵) پیر حرم کی نباضی

انکار حدیث کا فتنہ کب شروع ہوا اور اس کے عوامل کیا تھے، اس سلسلہ میں مولانا عبداللہ طارق کا بیش قیمت انکشاف آپ نے ملاحظہ فرما لیا، اب فتنہ انکار حدیث کی موجودہ حالت اور ایک ''نئے فتنہ'' کے رونما ہونے سے متعلق ان کی نباضی ملاحظہ فرمائیے اور علامہ اقبال کے اس شعر کو دہرائیے:

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں؟ — کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

''نئے فتنہ'' سے متعلق مولانا کا انکشاف اور ان کی قوت شناخت قابل تعریف ہے، لکھتے ہیں: ایک یہ فتنہ ایک خوبصورت نام سے آیا ہے، پہلے اس کی شکل ردو جحود اور اباء وانکار (ان مترادفات کے اجتماع سے جو بلاغت پیدا ہو رہی ہے اس کی داد دیجئے) کی تھی، اب حدیث ہی کے الفاظ وتعبیرات استعمال کر کے اور محدثین ہی کی اصطلاحات بول کر اور بظاہر حدیث ہی کے حامی بن کر حدیث کے انکار کی مہم چلائی جا رہی ہے۔


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''یہ فتنہ ہے ضعیف حدیث کے قبول کرنے سے انکار کا۔ اس میں آدمی بظاہر یہ گستاخی و بے ادبی تو نہیں کرتا کہ وہ صاف صاف ارشاد نبوی ﷺ کو رد کر دے اور اپنے نبی مکرم ﷺ کی ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر دے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ ارشاد نبوی ﷺ کو رد کر رہا ہے، اس لئے کہ ضعیف حدیث بھی بلا شک وشبہ ارشاد نبوی ﷺ ہی ہے''۔ (افکار ملی، فروری ۹۹ء ص ۵۸)

پھر ص ۵۹ پر لکھتے ہیں: ''حدیث ضعیف بھی ارشاد نبوی ﷺ اور ثابت السند حدیث ہی ہوتی ہے اور لفظ ''ضعیف'' یہاں کمزور اور بے ثبوت بات کے معنی میں ہر گز نہیں ہے''!

مولانا طارق نے جس ''فتنہ'' کو نیا کہا ہے اس کے نئے پن کی ان کو تشریح کرنا ہوگی، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اصول حدیث کی تدوین جب سے عمل میں آئی ہے اسی وقت سے ضعیف حدیث کو رد کرنے والے علماء کا موقف، اور جو شروط عدم رد کے قائل ہیں ان کا موقف موجود ہے، پھر اس میں نئی بات کیا ہوئی! اسی طرح مولانا نے جو خوبصورتی محسوس فرمائی ہے اسے بھی سمجھنے سے ہم قاصر ہیں، یہاں مولانا خوبصورتی دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ ''حدیث'' کا نام لیکر موضوع و منکر روایات سے چمٹے ہوئے ہیں ان کے سلسلے میں اس طرح کی طنزیہ تعبیر انہوں نے اختیار نہیں کی۔

مولانا کو جو چیز نئی نظر آ رہی ہے وہ اصل میں نئی نہیں ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ تقلید و شخصیت پرستی کے اس دور میں جب کچھ لوگوں کو یہ محسوس ہوا کہ اسلام میں قرآن وسنت پر عمل کا جو مطالبہ کیا گیا ہے اس میں وہ خاصے پیچھے ہیں، لہذا انہوں نے احادیث نبویہ سے اپنی قربت کا تاثر دینے کیلئے حدیثوں کو ذکر کرنا شروع کیا، یہ حدیثیں فنی لحاظ سے معتبر نہ تھیں، لہذا ان پر اعتراضات ہوئے، ان اعتراضات سے بچنے کیلئے خودساختہ اصولوں کا سہارا لیا اور یہ کہنے لگے کہ جن حدیثوں سے ہمارا استدلال ہے وہ قابل اعتبار ہیں! علماء نے اس طرح کے دعووں کی حقیقت واضح کرنے کیلئے تفصیل پیش کی، جسے ہمارے مولانا طارق اور ان کے جیسے دوسرے لوگ ''نئے فتنہ'' کا نام دے رہے ہیں۔ حیرت اور افسوس ہے کہ حدیث نبوی کی پرکھ کے سلسلہ میں جو اصول دوسری اور تیسری صدی میں علماء اسلام نے وضع کئے اور جن کی روشنی میں احادیث پر حکم لگائے گئے ان کے بارے میں آج ''نئے فتنہ'' کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کے باوجود دین سے ہمدردی و وفاداری کا دعوی کیا جا رہا ہے!!

۲) مولانا طارق نے ضعیف حدیث کے ارشاد نبوی ہونے پر بہت زور صرف کیا ہے، ہم ذیل میں اس نقطہ پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

## ضعیف حدیث کی اقسام

عقلی طور پر ضعیف حدیث کی قسمیں بعض لوگوں کے بیان کے مطابق (۳۸۱) تک پہنچتی ہیں، لیکن ان میں سے واقعی اقسام (۲) ہیں البتہ ان میں سے ہر ایک مستقل نام سے موسوم نہیں، بلکہ ضعف کی حالتوں کا لحاظ کرنے سے مذکورہ تعداد بنتی ہے۔ ان اقسام میں سے ایک معروف قسم ''مضطرب'' کے نام سے جانی جاتی ہے، اس سے ایسی حدیث مراد ہے جس کی روایتوں میں تعدد ہو اور کسی ایک روایت کی ترجیح ممکن نہ ہو۔ روایتوں کے تعدد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ راوی کے اندر ضبط کی صفت موجود نہیں، اسی لئے وہ کبھی یہ روایت بیان کرتا اور کبھی وہ۔ (علوم الحدیث ص ۱۸۷)

## ضعیف حدیث سے احتجاج نہیں

" بيد ان الذي ينحى عن مدار الاحتجاج مكانا قصيا ، هو الضعيف بجميع أضربه و صوره ، و ذلك أمر طبيعي لا يحتاج الى التفسير ، فان أنواع الضعيف كلها تثير الريبة ، سواء أكانت آفتها في المتن أم في الاسناد " ( علوم الحديث و مصطلحه ص ۲۱۴)

( مگر جس قسم کو حجت پکڑنے سے الگ رکھا گیا ہے وہ ہے ضعیف اپنی تمام قسموں اور شکلوں کے ساتھ اور یہ فطری بات ہے، اس کی تفسیر کی ضرورت نہیں، کیونکہ ضعیف کی تمام قسموں سے شبہ پیدا ہوتا ہے، خواہ اس کی آفت متن میں ہو یا اسناد میں )۔ اس عبارت میں " أنواع الضعيف كلها تثير الريبة " کے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے، جب ضعیف حدیث کی جملہ اقسام سے شبہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ارشاد نبویؐ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، شبہ تو اسی بات میں ہے کہ وہ قول رسولؐ ہے یا نہیں۔

## ضعیف حدیث سے متعلق بعض روایتوں کی توجیہ

ضعیف حدیث کے سلسلہ میں جو لوگ خود کو نرمی کی راہ پر چلنے والا تصور کرتے ہیں ان کا استدلال یا سہارا عربی زبان کا یہ قول ہے: " يجوز العمل بالضعيف في فضائل الأعمال " یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ یہ جملہ درحقیقت ائمہ حدیث میں سے تین بڑے اماموں کی طرف منسوب ایک جملہ کی غلط توجیہ سے وجود میں آیا ہے، امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف ذیل کا جملہ منسوب کیا جاتا ہے: " اذا روينا في الحلال و الحرام شددنا ، و اذا روينا في الفضائل و نحوها تساهلنا" ''یعنی جب روایت کا تعلق حلال وحرام سے ہو تو ہم سختی کرتے ہیں اور جب فضائل سے ہو تو تساہل سے کام لیتے ہیں''۔

ڈاکٹر صبحی الصالح کہتے ہیں کہ ائمہ کی اس عبارت میں تشدید و تساہل کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابل



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح وضعیف کی طرح استعمال نہیں کیئے گئے ہیں، بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ حلال وحرام کے معاملہ میں ہم بہت اعلیٰ درجہ کی حدیث (صحیح) سے استدلال کرتے ہیں، لیکن جب فضائل اعمال کا معاملہ ہوتو صحیح سے کم درجہ کی روایت (حسن) بھی قبول کرتے ہیں، جسے متقدمین کی اصطلاح میں ضعیف ہی کی ایک قسم مانا جاتا ہے۔ (علوم الحدیث)

نیز ملاحظہ ہوشرح الاذکار لابن علان (۸۶/۱)، الاجوبۃ الفاضلۃ ص ۴۷)۔

ائمہ کے مذکورہ مقصد کو چونکہ سمجھا نہ جاسکا، اس لئے "**یجوز العمل بالضعیف في فضائل الاعمال**" والی بات مشہور کی گئی، ورنہ دینی لحاظ سے دیکھا جائے تو ضعیف روایت کسی شرعی حکم یا اخلاقی فضیلت کا سرچشمہ نہیں بن سکتی، کیونکہ ظن حق کی بابت کیا کام دے سکتا ہے؟ فضائل بھی احکام کی طرح دین کے بنیادی ستونوں میں سے ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ان ستونوں کی بنیاد کمزور ہو۔ اسی لئے ہم فضائل اعمال میں بھی ضعیف حدیث کسی روایت کو درست نہیں مانتے اور اس کیلئے جو درج ذیل تین شرطیں ذکر کی جاتی ہیں ان سے ہماری نظر میں کوئی فرق نہیں پڑتا:

اول یہ کہ روایت کا ضعف سخت نہ ہو۔

دوم یہ کہ وہ قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت کسی کلی قاعدہ کے تحت داخل ہو۔

سوم یہ کہ اس سے قوی کوئی دلیل اس کی مخالف نہ ہو۔

ڈاکٹر صبحی لکھتے ہیں کہ: ان شرطوں کے باوجود ہم ضعیف روایت کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ صحیح اور حسن حدیثوں کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث کی کوئی ضرورت نہیں، شرعی احکام اور اخلاقی فضائل کے ثبوت کیلئے صحیح وحسن حدیثیں کافی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ضعیف حدیث کے ثبوت کا ہم کو اعتقاد نہیں ورنہ ہم اسے ضعیف کے نام سے یاد نہ کرتے۔ موصوف مزید کہتے ہیں کہ: درس وتدریس میں ضعیف حدیث کو پیش کرتے ہوئے ہمیں "**قال رسول الله** ﷺ" کے الفاظ استعمال نہ کرنا چاہئے، تاکہ اس کے صحیح یا حسن ہونے کا شبہ نہ ہوسکے۔ ضعیف حدیث کی مختلف اقسام پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ضعف کا تعلق کبھی سند سے ہوتا ہے اور کبھی متن سے اور متن سے تعلق کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کا ارشاد نبوی ہونا متیقن نہیں۔ (ڈاکٹر صبحی الصالح: علوم الحدیث ص ۲۱۰ ومابعد)

ڈاکٹر صبحی الصالح قدیم وجدید ناقدین حدیث کے مابین فرق وامتیاز پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: متاخرین کے یہاں اصطلاحات میں دقت وباریکی ہے کیونکہ سابق علماء کے بہت سے اقوال کو سامنے رکھ کر انہوں نے ترجیح واختیار سے کام لیا ہے اور قدیم علماء کے سامنے صرف عملی تطبیق کی اہمیت ہے، چونکہ انہیں مشق وتجربہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل ہے، اس لئے اصطلاح سازی اور معیار میں دقت پسندی سے وہ بے نیاز ہیں۔ (علوم الحدیث: ۱۲۶)

اس کے بعد ڈاکٹر صبحی نے لکھا ہے کہ شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ سے پوچھا گیا کہ: "**من الذي يترك حديثه؟**" یعنی کس راوی کی حدیث ترک کی جائے گی؟ شعبہ نے جواب دیا کہ: "**اذا روى عن المعروفين مالا يعرفه المعروفون فاكثر ، ترك حديثه ، فاذا اتهم بالحديث ترك حديثه ، فاذا كثر الغلط ترك حديثه ، و اذا روى حديثا اجتمع عليه غلط ترك حديثه ، و ما كان غير هذا فاروعنه**" (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ۶۲)

یعنی "جب کوئی راوی غیر معروف روایت کرے یا اس پر تہمت ہو، یا اس سے روایت میں غلطی زیادہ ہو تو اس کی حدیث متروک ہوگی اور جس میں یہ خرابیاں نہ ہوں ان سے روایت کی اجازت ہے"۔ اس عبارت میں شعبہ نے متعدد جگہ حدیث کے ترک کی بات کہی ہے، تو کیا ارشاد نبوی ہوتے ہوئے شعبہ یا کوئی بھی شخص اسے ترک کرنے کی بات کہہ سکتا ہے! ڈاکٹر صبحی اسناد کے علو اور نزول کی بحث میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"**واهتمامهم بالأسانيد العالية لم يكن ينصرف اليها لذاتها ، بل لما يترتب عليها من قوة الظن بصحة متونها ، فما يقيمون وزنا لاسناد عال اذا شكوا في رجاله ، لأن ضعف رجال الاسناد سيؤدي ضرورة الى ضعف المتن المروي ، لذلك فضلوا النزول عن الثقات على العلو عن غير الثقات**"۔ (علوم الحدیث: ۱۳۵)

یعنی محدثین کی اسانید عالیہ پر توجہ لذاتہا نہ تھی، بلکہ اس لئے تھی کہ اس سے متن کی صحت کا گمان قوی ہو جاتا ہے، اسی لئے رجال حدیث میں شبہ کی صورت میں وہ علوم اسناد کو وزن نہیں دیتے تھے، کیونکہ رجال کے ضعف سے لازمی طور پر متن حدیث کا ضعف لازم آتا ہے، اسی لئے محدثین نے نزول اسناد کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کو علو اسناد کے ساتھ غیر ثقہ راویوں سے روایت پر ترجیح دی ہے۔

اس عبارت میں متن حدیث کی صحت کے بارے میں گمان کی قوت اور ضعف رجال کے نتیجہ میں روایت کئے گئے متن کے ضعف کی بات کہی گئی ہے اور اس تصریح سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ راویوں کے ضعیف ہونے کا تعلق صرف سند سے نہیں بلکہ سند اور متن دونوں سے ہے، لہذا ضعیف حدیث کے ارشاد نبویؐ ہونے کی بات قطعی نہیں کہی جا سکتی۔ ضعیف حدیث پر عمل کی جو تین شرطیں ذکر کی جاتی ہیں ان میں تیسری شرط یہ ہے کہ:

"**ان لا يعتقد عند العمل به ثبوته**" یعنی ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حکم کی توجیہ ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے: " **لئلا ينسب الى النبي ﷺ ما لم يقله** " یعنی تاکہ نبی ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو سکے جسے آپؐ نے فرمایا نہ ہو۔ اس توجیہ سے بھی یہ بات صاف ہے کہ ضعیف حدیث کا ارشاد نبوی ہونا متحقق نہیں ہے اور جب تک ضعف موجود رہے گا اس طرح کا یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔

## ضعیف حدیث اور تاریخ

مولانا طارق نے تاریخ کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کی فضیلت کا ذکر کیا ہے، ان کے اس خیال سے ہم متفق ہیں، علمائے اسلام نے بہت پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اخبار کے مقابلہ میں روایات کا اور اخباری کے مقابلہ میں محدث کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ لیکن مولانا کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ: "یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے امت کے ائمہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر معروف ائمہ فن حدیث ضعیف حدیث کو بلا تکلف قبول کرتے آئے ہیں"۔ پھر موصوف نے مسند احمد، صحاح ستہ وغیرہ اور صحیح بخاری میں ضعیف حدیث کے وجود کی بات کی ہے۔

جہاں تک ضعیف حدیث کو بلا تکلف قبول کرنے کا دعویٰ ہے تو اس غلطی بلکہ اس کذب بیانی کا احساس خود مدعی کو ہوگا، اتنے بڑے دعوے کو بے ثبوت ماننا مشکل ہے، جب موصوف اپنے مذکورہ دعوے کا ثبوت پیش کریں گے اس وقت ہم بھی کچھ عرض کریں گے۔ رہا اس دعوے میں امام احمد کا نام لینا تو اس کی حقیقت ہمارے اسی مضمون سے قارئین کو معلوم ہو جائے گی، جب انسان کسی بات کو بے دلیل مانتا ہے اور اس کیلئے تعصب رکھتا ہے تو اسی طرح وہ مجمل الفاظ میں بھاری بھرکم دعوے کرتا ہے، موصوف جب مآخذ پر منصفانہ نظر ڈالیں گے تو انہیں اندازہ ہوگا کہ ضعیف حدیث کو بلا تکلف قبول کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے اور علمی وفنی لحاظ سے ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے۔

رہا صحیح بخاری، مسند احمد اور صحاح ستہ میں ضعیف حدیث کا موجود ہونا تو ہم اس سلسلہ میں یہ عرض کریں گے کہ یہ مسئلہ فی الحال زیر بحث نہیں، اگر مذکورہ کتابوں میں ضعیف حدیث موجود بھی ہوں تو اس سے ان پر عمل کی بات ثابت نہ ہو سکے گی۔ اس مقام پر ہم مولانا طارق سے ایک بات یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ جب وہ حدیث کی سب سے اہم کتابوں میں ضعیف احادیث کا وجود تسلیم کرتے ہیں تو پھر انہیں اس بات پر کیوں اعتراض ہے کہ کوئی آدمی ان کتابوں سے ضعیف حدیثوں کو نکال کر الگ اکٹھا کر دے؟

## ضعیف حدیثوں کے مجموعوں پر اعتراض

مولانا طارق ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج حال یہ ہے کہ دور حاضر کے بعض علماء نے ضعیف حدیثوں کو متقدمین کے حدیثی ذخیروں میں



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے الگ کر کے ان کے مستقل الگ مجموعے تیار کر دیئے ہیں۔اس ذہن کے لوگوں کے سامنے جب کسی دینی مضمون پر کوئی ضعیف حدیث پیش کی جاتی ہے تو وہ اس حقارت سے اس کو رد کر دیتے ہیں کہ ''یہ تو ضعیف حدیث ہے'' گویا نا قابل التفات چیز ہے،نعوذ باللہ من ذلک۔جبکہ یہ مشاہدہ ہے کہ خود ان کے معتمد علماء کا قول اگر کسی بات کی تائید میں پیش کر دیا جائے تو وہ اس کو بخوشی قبول کر لیتے ہیں، گویا ضعیف حدیث ان کے معتمد عالم کے قول کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی، (فالی اللہ المشتکی)۔

''یہ ایسی دیدہ دلیری اور ایسی سنگین ڈھٹائی ہے کہ امت مسلمہ میں آج تک کوئی اس کی جرأت نہیں کر سکا تھا''۔مولانا طارق نے ''دور حاضر کے بعض علماء'' سے محدث عصر علامہ شام شیخ محمد بن ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن معلوم نہیں ان کا نام کیوں نہیں لے سکے۔''متقدمین کے حدیثی ذخیروں'' کی جو بات مولانا موصوف نے ذکر کی ہے وہ غلط ہے، البانی صاحب نے حدیث کی بعض کتابوں میں موجود صحیح اور ضعیف احادیث کے الگ الگ مجموعے تیار کئے ہیں، ''حدیثی ذخیرہ'' الگ چیز ہے اور کوئی لکھی ہوئی متعین کتاب الگ، آدمی جب کسی پر اعتراض کرے تو اسے خود اپنی تعبیر اور جملوں کی ساخت پر نظر ضرور رکھنا چاہئے۔رہا یہ سوال کہ امام البانیؒ کا مذکورہ کام اہم اور مفید ہے یا نہیں؟ اس نوعیت کے کاموں کی افادیت سمجھنے کیلئے ہمارے مولانا کو علم حدیث کے میدان میں کچھ اور وقت گزارنا ہوگا۔صرف ''انتخاب الترغیب والترہیب'' تیار کرنے سے یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے گا۔

مولانا طارق کو جب یہ تسلیم ہے کہ صحاح ستہ اور مسند احمد میں ضعیف حدیثیں موجود ہیں تو پھر ان کو علیحدہ کر دینے پر ان کی ناراضگی کا سبب سمجھ میں نہیں آتا، مولانا اسے واضح فرما دیں تو بہتر ہوگا۔مولانا طارق کا یہ شکوہ کہ دینی مضمون پر ضعیف حدیث کو حقارت سے رد کر دیا جاتا ہے، بے محل ہے، کیونکہ رد کرنے والا اسے ارشاد نبویؐ مان کر رد نہیں کر رہا ہے، جیسا کہ مولانا کو دھوکہ ہے، بلکہ اس کے پیش نظر نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ: (**من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد**) اور (**من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار**) اور (**كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع**) ضعیف حدیث کو رد کرنے کے فعل سے مولانا اسے حدیث نبویؐ کی شان میں گستاخ ثابت کرنا چاہتے ہیں، جیسا کہ ''نعوذ باللہ من ذلک'' کے استعمال سے مترشح ہوتا ہے، لیکن یہ مولانا کی زیادتی بلکہ بہتان تراشی ہے۔اور اس سے بہت بڑا بہتان بلکہ کھلی تلبیس بعد کے پیراگراف میں ہے، جس میں معتمد عالم کے قول کو ضعیف حدیث کے مقابلہ میں قبول کرنے کی بات کہی گئی ہے! یہ اصل میں مولانا کے ذہن کی اختراع اور کسی کو بدنام کرنے کی گھناؤنی کوشش ہے، شریعت کے کسی مسئلہ میں کسی بھی عالم کے قول کی


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی حیثیت نہیں جو قرآن وحدیث پر مبنی نہ ہو، یہ مرض تو مقلدین کا ہے جو قرآن کی آیت اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں امام کے قول پر اڑے رہتے ہیں، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی (السنتہ ومکا نتھافی التشریع الاسلامی) کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے واقف ہیں۔ جو شخص مسائل شرعیہ کے اثبات میں ضعیف حدیث کو مفید نہیں مانتا اس کا کسی بھی عالم کے ایسے قول کو جو قرآن وحدیث پر مبنی نہ ہو، قبول کرنا مولانا کا مجرد دعویٰ ہے، یا وہ عوام کو برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔

رہا دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کرنا تو مولانا اس کو خوب جانتے ہیں، لیکن تجاہل سے کام لے کر سادہ لوح قارئین کو اپنے دام میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں، اگر انہیں اصرار ہوگا اور حالات اجازت دیں گے تو ہم قرآن وحدیث کے سلسلہ میں امت مسلمہ کے افراد کی دیدہ دلیریوں اور ڈھٹائیوں کے نمونے پیش کردیں گے، پھر مولانا کو اندازہ ہوگا کہ ضعیف حدیث کو قبول نہ کرنے والے انکار حدیث کے مرتکب ہیں، یا وہ لوگ جن کا مولانا دفاع کرتے ہیں!

## مولانا کا اندیشہ

مولانا طارق کو ڈر ہے کہ: ''مطلقاً کسی حدیث کو اس کے ضعف کی وجہ سے رد کردینا رفتہ رفتہ فرارعن الدین کی راہ ہموار کرتا ہے''۔

پھر اپنی امید کا یوں اظہار کرتے ہیں: ''امید ہے کہ ملت کے باشعور حضرات اس مذکورہ خدشہ کو محسوس کریں گے اور ضعیف حدیث رد کردینے اور پھر اس کے پس پردہ رفتہ رفتہ حدیث نبویؐ سے بغاوت کے پنپنے کے چور دروازوں سے محتاط ہونے کی کوشش کریں گے''۔ (افکار ملی، دہلی، فروری ۹۹ء ص ۵۹)

عبارت کے پہلے ٹکڑے پر غور کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ مولانا کی نظر میں یہ معاملہ اختیاری نوعیت کا ہے، یعنی ضعیف حدیث کو جو لوگ رد کرتے ہیں اپنی پسند سے کرتے ہیں، شریعت کے تقاضہ کی بنیاد پر نہیں کرتے اور مولانا کی نظر میں اس رد سے کوئی خرابی لازم آرہی ہے، اس لئے انہیں اس رد سے باز آجانا چاہئے۔

مولانا نے فرارعن الدین کی راہ ہموار ہونے کی جو بات کی ہے وہ انتہائی بیجا قسم کا مفروضہ ہے، ضعیف حدیث کے رد کردینے سے اگر فرارعن الدین کی راہ ہموار ہوتی ہے تو حدیث کو رد کرنے سے کیا خرابی لازم آئے گی، مولانا ہمارے اشارہ کو سمجھ رہے ہوں گے، افسوس ہے کہ صحیح حدیثوں کو رد کرنے والوں کے خلاف ان کا قلم اس طرح نہیں چلا جیسا یہاں چلا ہے اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین کا نام لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے لیا جارہا ہے، ورنہ مذہبی تعصب اور عقل پسندی کی بنا پر جب صحیح حدیثوں کو نشانہ بنایا گیا اس وقت بھی مولانا کے قلم کو جنبش میں آنا چاہئے تھا!



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

## دوسری انتہا

اس عنوان کے تحت مولانا طارق لکھتے ہیں: ''اسی کے ساتھ دوسری طرف یہ سنگین بے احتیاطی بھی ہمارے یہاں پائی جاتی ہے کہ فضائل کے نام پر موضوع ومنکر روایات کو بھی درج کرلیا گیا ہے''۔نیت کے خلوص کا اندازہ کیجئے کہ ضعیف حدیث کے رد وانکار کیلئے باقاعدہ سرخی قائم کی گئی اور اسے انکار حدیث کا نیا چولہ کہا گیا اور موضوع ومنکر روایات کو درج کرنے کے معاملہ کو بغیر کسی واضح تمیز کے ضمناً ذکر کردیا گیا، جبکہ یہ غلطی ضعیف حدیث کورد کرنے کی غلطی سے کہیں بڑھ کر ہے، اس تفریق کا اصل سبب تو مولانا طارق بیان فرمائیں گے، لیکن ہمیں یہ اندازہ ہورہا ہے کہ مشرب کی یکسانیت اس کا اصل محرک ہے اور یہی رجحان اصل میں نقد وجرح کو متہم کردیتا ہے ورنہ مبنی براخلاص تنقید کو قبول کرنے میں کسی بھی شخص کو کوئی تامل نہ ہو۔

## انصاف پسندی کا تاثر

مولانا طارق نے تجریحی عنوان والے اپنے مضمون کے اختتام پر ''صحیح طریقہ'' کی سرخی لگا کر انصاف و غیر جانبداری کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے اور ضعیف حدیث کو بھی قبول کرنے کی سفارش کی ہے، البتہ یہ قید ذکر کی ہے کہ: ''جب شدید درجے کی ضعیف حدیث ہو تو اس کے قبول کرنے میں احتیاط کی جائے''۔

اپنے دعوے پر اڑے رہنا اور دوسرے کے موقف کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے، خواہ اس کو ''صحیح طریقہ'' کا نام دیا جائے یا مسلک اعتدال کے لفظ سے تعبیر کیا جائے۔ مسلک اعتدال درحقیقت یہ ہوگا کہ آپ ضعیف حدیث پر عمل کی مخالفت کرنے والوں کی بات سن کر اس پر غور کریں اور ان کی دلیلوں کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں، پھر جن حصوں پر انشراح نہ ہو ان پر تبادلہ خیال کریں، اس کے بعد آپ کو حق ہے کہ اپنی راہ کو صحیح طریقہ اور مسلک اعتدال سے تعبیر کریں۔

## جامعہ علوم اثریہ جہلم کا اعزاز

الحمدللہ حسب سابق امسال بھی جامعہ کے دو طلبہ کا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ ہوا ہے۔ ان میں سے ایک حافظ نور محمد اور دوسرے حبیب الرحمٰن خلیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے (آمین)


© rasailojaraid.com